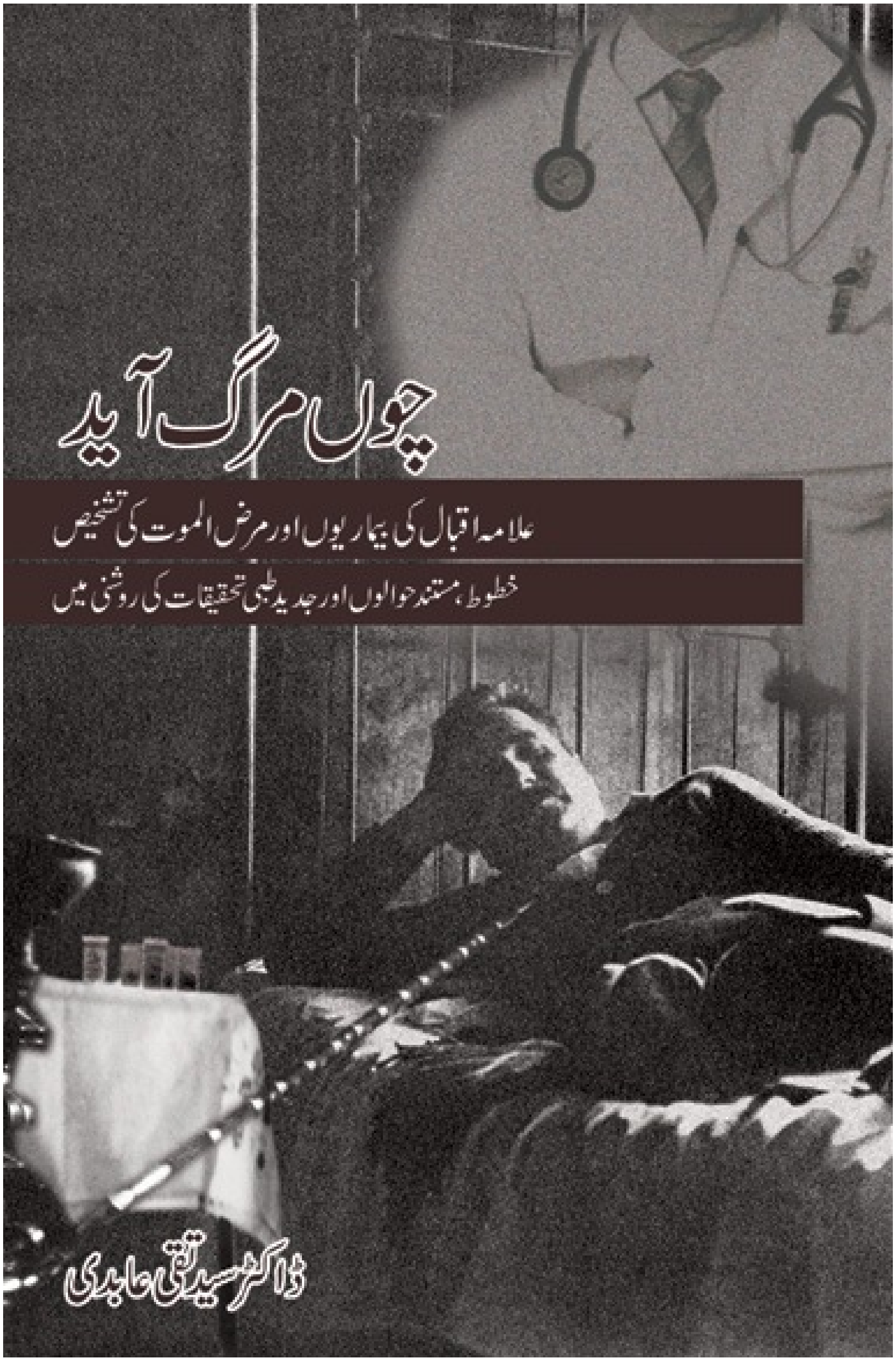
چوں مرگ آید
علامہ اقبال کی بیماریوں اور مرض الموت کی تشخیص
خطوط، مستند حوالوں اور جدید طبی تحقیقات کی روشنی میں
ڈاکٹر سید تقی عابدی

چوں مرگ آید

علامہ اقبال کی بیماریوں اور مرض الموت کی تشخیص

(خطوط، مستند حوالوں اور جدید طبی تحقیقات کی روشنی میں)

ڈاکٹر سید تقی عابدی

جملہ حقوق محفوظ

ناشر

محمد سہیل عمر

ناظم

اقبال اکادمی پاکستان

(حکومتِ پاکستان، وزارت ثقافت)

چھٹی منزل، ایوان اقبال، لاہور

Tel: [+92-42] 6314-510

Fax: [+92-42] 631-4496

Email: director@iap.gov.pk

Website: www.allamaiqbal.com

ISBN 978-969-416-399-4

طبع اوّل	:	۲۰۰۷ء
تعداد	:	۱۰۰۰
قیمت	:	۱۵۰/- روپے
مطبع	:	شرکت پریس، لاہور

محل فروخت: ۱۱۶ میکلوڈ روڈ، لاہور، فون نمبر ۷۳۵۷۲۱۴

فہرست

☆	انتساب	۷
☆	مقدمہ	۹
☆	علامہ کی بیماریاں	۱۳
☆	عوارض چشم	۱۵
☆	عارضۂ دردِ گردہ	۲۱
☆	عارضۂ نقرس	۲۷
☆	بیماریٔ قلب	۳۰
	اختلاج قلب	۳۲
	تمباکو نوشی	۳۷
	ورزش سے گریز	۴۱
☆	امراض حلق و سینہ	۴۳
	پھیپھڑوں کی بیماریاں	۴۳
	برونکائٹس، برونشت اور امفی ضیما	۴۴
	تنگیٔ نفس ۔ دم پھولنا	۴۷
	ورم ریوی اور نمونیا	۴۹
	آواز کا بیٹھ جانا	۵۰
☆	ناک اور حلق کی بیماریاں	۵۳
	آواز کا بیٹھ جانا	۵۵
	تبخیر معدہ	۶۲
	ریح کا عارضہ	۶۳
	قبض	۶۴
	درد قولنج	۶۵

☆ دانتوں کی بیماری ۶۷
☆ کم خوابی ۶۹
☆ میڈیکل معائنہ، ٹسٹ اور طبی آلات ۷۱
☆ علامہ اقبال کے معالجین ۷۹
☆ علاج ۸۲
طبی علاج ۸۵
ایلو پیتھک علاج ۹۸
بجلی کا علاج ۱۰۱
عملِ سرجری سے علاج ۱۰۹
☆ تشخیص اور علاج کی کوتاہیاں ۱۱۰
☆ خوراک اور پرہیز ۱۱۲
☆ دواؤں کے نام ۱۲۰
☆ کیا اقبال نے بیس (۲۰) سال عمر کم پائی؟ ۱۲۲
☆ وبای جہانی سے نجات ۱۲۵
☆ بیماری کے اثرات ۱۲۶
☆ استقامت اور امید ۱۳۴
☆ گزارش امراض۔ اقبال کے قلم سے ۱۴۲
☆ اقبال کی میڈیکل ہسٹری اور معائنہ ۱۴۶
☆ علامہ اقبال کی آخری علالت ۱۴۹

☆ شاعرِ مشرق کا وقتِ آخر ۱۶۹
☆ زندگی کے آخری لمحات ۱۷۱
☆ علامہ اقبال کی آخری رات ۱۷۳
کاش آخری خواہش پوری ہوتی؟
☆ علامہ اقبال کا جلوسِ جنازہ ۱۷۷
☆ علامہ اقبال کا مقبرہ ۱۸۲
☆ فہرستِ خطوط ۱۸۶
☆ کتابیات ۲۰۳
☆ رو میں ہے رخشِ عمر ۲۰۵

انتساب

پُرخلوص گمنام حکیم کے نام جنھوں نے علامہ کی بیماری کی دوا تیار کر کے کورداس پور سے لاہور آ کر علامہ کو پیش کی

علامہ اپنے خط میں ۳/ اپریل ۱۹۲۲ء کو مولانا گرامی کو لکھتے ہیں:

”کل کورداس پور سے ایک حکیم صاحب خود بخود تشریف لے آئے تھے۔ انھیں کسی سے میری علالت کا حال معلوم ہوا تھا۔ دوا دے گئے ہیں۔ جس سے فائدہ معلوم ہوتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اس دوا سے فائدہ ہو جائے گا کیونکہ جن اجزا سے یہ مرکب ہے ان میں سے ایک اخلاص بھی ہے جو ان حکیم صاحب کو خود بخود میرے مکان تک لے آیا۔“

ع = ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد

مقدمہ

کارخانۂ قدرت میں کسی چیز کا وجود بغیر مقصد نہیں، بعض مقاصد عیاں اور بعض مقاصد نہاں ہیں۔ سوال یہ ہے کہ علامہ کی زندگی کے اُس پہلو پر گفتگو کی جائے جس سے صرف ان کی ذات کا تعلق تھا اُس سے عوام کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے اور انتقال کے بعد خود علامہ کو کیا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ ان تمام سوالوں کا تشفی بخش جواب اس کتاب کے ہر صفحہ پر سطور سے زیادہ بین السطور بیاضِ سحر کی طرح روشن ہے۔ یہ کتاب اس لحاظ سے بھی انفرادیت رکھتی ہے

کہ اس میں طبی معلومات، بدنی کیفیات، روحانی اعتقادات کو خاص طریقہ سے برتا گیا ہے۔ گفتگو لفظ بہ لفظ خطوں کے آئینے میں، مستند حوالوں کی روشنی میں کر کے نتائج اخذ کیے گئے ہیں جن کے مطالعہ سے عوام ہی نہیں بلکہ اقبالیات کے خاص طالب علموں کو بھی معلومات فراہم ہو سکتے ہیں۔ اس کتاب سے مندرجہ ذیل نکات سامنے آتے ہیں۔

ا۔ اقبال اُن چند خوش نصیبوں میں شامل ہیں جنھیں اُس زمان و مکان کے لحاظ سے بہترین طبی امداد حاصل رہی۔ اقبالؔ کے تیس (30) سے زیادہ معالجوں میں حکیم، ڈاکٹر، اور دلسوز پرستار شامل تھے۔ مسیح الملک اجمل خان ہوں کہ افسر الاطبا حکیم نابینا، عالمی شہرت یافتہ ڈاکٹر متھرا داس ہوں کہ چیف ریڈیالوجسٹ بھوپال ڈاکٹر عبد الباسط اور ان کے معاونین دن رات اسی کوشش میں لگے رہے کہ علامہ کا علاج بہترین طریقہ پر کیا جا سکے۔ تاریخ کے سیاہ اوراق پر جہاں فارسی کا عظیم شاعر فردوسی لاچارگی کی موت مرتا ہے، عطار جیسا عظیم فارسی کا شاعر ایک معمولی سپاہی کی تلوار سے قتل ہوتا ہے، حافظؔ جیسا شاعر اپنی منکسر المزاجی کی وجہ سے بخش دیا جاتا ہے، جعفر زٹلی حق گفتنی پر ہاتھی سے کچل دیا جاتا ہے اور انشا اللہ خاں جیسا عمدہ شاعر شاہی عتاب کا نشانہ بنایا جاتا ہے اُسی گنبد بے در میں علامہ اقبالؔ کا علاج اور ان کے آرام کا خیال اس طرح سے کیا جا رہا تھا کہ بادشاہوں کے دلوں میں بھی اس کی حسرت رہ جائے۔ یہاں حکیم الامتؒ کے قدموں میں حکمت اور حکیم ان کی طبیعت کے موافق طب اور طبیب دن رات یوں مصروف تھے جیسے عبادت کر رہے ہیں۔ حکیم قرشی ہاتھ سہلا رہے ہیں۔ ڈاکٹر محمد یوسف بازو داب رہے ہیں۔ ڈاکٹر عبد القیوم علامہ کے غصہ کو شہد کی طرح پیئے جا رہے ہیں۔ جرمن کے ڈاکٹر زیلٹر (Dr.Selzer) یا لاہور کے فیملی ڈاکٹر جمعیت سنگھ یا آنکھ کے سرجن متھرا داس کوٹھی پر ہر وقت حاضر ہیں اور حضور اقبالؔ میں رہنا اپنا فرض سمجھ رہے ہیں۔ یہ امکانات ہر شخص کی قسمت میں نہیں۔ ع۔ ہر کہ خدمت کرد، او مخدوم شد

ب۔ اُردو و فارسی ادب کا شاید ہی کوئی دوسرا عظیم شاعر ہو۔ جس نے علامہ کی طرح اپنی بیماری کی کیفیتوں کو لکھا ہو۔ علامہ کے مطبوعہ ساڑھے چودہ سو خطوں میں (251) خطوط ہمارے بیان کی سند ہیں۔

ج۔ اگرچہ اقبالیات کے طالب علم اُن چند افراد کے نام و نشان سے واقف ہیں جنھوں نے اقبال کے انتقال کے بعد اقبال کی قربت کو اپنے مقام کو بلند کرنے کے لیے صرف کیا اور بات کا بتنگڑ بنایا اور خود کو اقبال کے خدمت گزاروں کی صف میں سر فہرست رکھا۔ اقبال کے معالجین

میں بعض افراد جو خصوصی طور پر اقبال کی نگاہ میں معتبر اور مہم تھے ان کا ذکر بھی نہیں کیا چنانچہ اس کتاب میں خطوں اور مستند حوالوں سے اُن حقیقی خدمت گزاروں کے نام اور کام سے بھی آشنائی ہو سکے گی۔

د۔ اقبال کی طب سے واقفیت اور وابستگی کا پتہ بھی ان کے تنقیدی سوالوں سے ملتا ہے وہ طب اسلامی کی ترقی کے خواہاں تھے اگر چہ انھوں نے طب یونانی پر ایک دو لیکچر بھی دیئے تھے لیکن وہ اس طریقہ علاج میں انقلاب کے منتظر تھے۔

ھ۔ اقبال کی علالت اور ان کے علاج کے دوران طبی اور انگریزی علاج کا مقابلہ بھی ایک عمدہ تقابلی اسٹڈی کے طور پر لیا جا سکتا ہے اگر چہ اقبال طبی علاج کے خواہاں تھے لیکن انھوں نے ایلوپیتھک علاج سے بھی حسب ضرورت فائدہ اٹھایا۔

و۔ اقبال کی زندگی کے نجی پہلو جس میں ان کی قلندرانہ عادتیں نکھر کر سامنے آتی ہیں ان کی بیماری اور اس سے مربوط علاج کی سرگزشت میں قدم قدم پر نظر آتی ہیں۔

ز۔ اقبال کے نظام اوقات کا مفصل ذکر جس میں مسواک، خوراک سے لے کر اجابت تک کے مسائل جو عموماً بیان نہیں کئے جاتے اس گفتگو میں شامل ہیں۔

ح۔ جان انسان کی سب سے پیاری چیز ہے چنانچہ جب جان خطرے میں پڑ جاتی ہے تو جذبات کی گہرائیوں سے ایسے افکار ملتے ہیں جو آب زلال سے بھی خالص اور بغیر کسی ملاوٹ اور بناوٹ کے ہوتے ہیں۔ عمر اور بیماری کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ انسان کی قوت احساس بھی بڑھ جاتی ہے جب کہ قوت بدنی کم ہو جاتی ہے اس کشمکش زیادہ اور کم سے جو جذبات میں تلاطم پیدا ہوتا ہے اُس کا سرچشمہ جو اقبالؒ کی کئی آخری عمر کی نظموں میں نظر آتا ہے قابل تفکر و تائید ہے۔

ط۔ راقم کے تیس (30) سالہ طب کے تجربہ میں کئی بار یہ دیکھا گیا کہ جب کسی مریض کو اُس کے مہلک مرض کی اطلاع دی جاتی ہے تو بڑے سے بڑے بلند ارادہ شخص کے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل جاتی ہے۔ لیکن جب لاہور کے ریڈیولاجسٹ ڈاکٹر ڈک سینے کے ایکس ریز کے معائنہ کے بعد علامہ کے سینے میں مہلک ٹیومر کی تشخیص دیتے ہیں اُسی دن چند گھنٹوں بعد جو خط علامہ نے سید نذیر نیازی کو حکیم نابینا سے مشورہ کرنے کے لیے لکھا۔ اس بات کا ثبوت دیتا ہے کہ اقبال تمام آرامش قلب اور بغیر تشویش کے زندگی اور موت کے مباحثہ میں مشغول ہیں۔ یہی نہیں موت سے کچھ گھنٹے قبل درد کم کرنے کے لیے افیونی دواؤں کے استعمال کو یہ کہہ کر منع کر دیا کہ میں نیم بیہوشی یا بیہوشی میں مرنا نہیں چاہتا۔

علامہ کے عزائم، استقلال مزاج اور حقیقت حیات اور ممات کے مسائل اور مراحل بھی اسی دفتر میں نظر آئیں گے کیوں کہ خود علامہ ایک خط میں لکھتے ہیں ---

ع- ہرچہ از دوست میرسد نیکواست

ی۔ بیسوی صدی کی تیسری اور چوتھی دہائی میں موجود برصغیر میں طبی سہولتوں کا بھی پتہ چلتا ہے کیوں کہ علامہ کے مرض کی جدید طبی آلات سے بھی تشخیص کی گئی تھی۔

ک۔ علامہ کی آواز بیٹھ جانے، دمہ قلبی، رسولی اور مرض قلب وغیرہ کی صحیح علت اور تشخیص جدید طبی اصولوں سے اس کتاب میں پیش کی گئی ہے۔

ل۔ بیماری کی وجہ سے جو صدمات اقبال کے جذبات اور زندگی کے روزمرہ مسائل پر وارد ہوئے اس کا اجمالی ذکر بھی کیا گیا ہے۔

م۔ حکیم الامتؒ کی طویل علالت اور مرض الموت کی وجہ سے امت جن شاہکار تصانیف سے محروم رہی جس میں قابل ذکر مقدمۃ القرآن، ایک گمشدہ پیغمبر کا صحیفہ، اور Reconstruction of Islamic Jurisprudence وغیرہ شامل ہیں۔ مستند حوالوں کے ساتھ پیش کئے گئے ہیں۔

ن۔ علامہ کے مرض کی تشخیص میں جو غلطیاں کی گئیں، علاج کے سلسلے میں جو غلط روش اختیار کر کے ڈاکٹر ڈیلٹر Selzer ایلوپیتھک علاج کو قبول نہیں کیا گیا اور بعض مضر اجزا سے بنی ہوئی یونانی دواؤں کو استعمال کیا گیا۔ ان سب حقائق کی نشان دہی بھی کی گئی ہے۔ بہر حال۔

ع- ہر کسی مصلحت خویش نکو می داند

اور ان مطالب کو پڑھتے ہوئے

ع- یک کاشکے بود کہ بصد جا نوشتہ ام

ص۔ مطالب عام فہم جملوں میں بیان کئے گئے ہیں۔ بہر حال میڈیکل اصطلاحات کا حتی المقدور ترجمہ بھی کیا گیا ہے تاکہ عوام اور خواص جن میں طبیب اور غیر طبیب شامل ہیں سب استفادہ کر سکیں۔

ق۔ سب سے اہم نکتہ جو اس موضوع سے ہمارے سامنے اجاگر ہوتا ہے وہ حکیم الامتؒ کی کوشش جدوجہد، محنت اور خدمت خلق والت ہے جو زندگی کے آخری لمحوں تک جاری رہی۔ ہم نے دیکھا ہے جب خطرہ کی گھنٹی بجتی ہے تو لوگ اپنے تمام تر شغل جس میں شاعری، رفاہی کام وغیرہ بھی شامل ہیں چھوڑ چھاڑ کر بستر علالت پر صرف افسردگی کے عالم میں موت کے منتظر رہتے ہیں جب کہ علامہ جو یہ بخوبی جانتے تھے کہ وہ چراغ سحری ہیں اور صرف کچھ دنوں یا گھنٹوں کے

مہمان ہیں لیکن انتقال کی آخری شب تک اگر ان کے نظام اوقات پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ وہ اسی انہماک اور کوشش سے امت کے کاموں میں مصروف ہیں جیسے انھیں کچھ ہوا ہی نہیں۔ علامہ اقبال کی یہ مثبت فکری ہمارے لیے بہت بڑا درس ہے اگر چہ۔

ع۔ فکر ہر کس بہ ہمت اوست ہے لیکن پھر بھی ان واقعات سے سیکھنے والے بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں۔

آخر میں اپنے دوست اور کرم فرما ڈاکٹر محمد سہیل عمر ناظم اقبال اکادمی پاکستان کا مشکور ہوں جنھوں نے نہ صرف اس دستاویز کا نام تجویز کیا بلکہ اکادمی کی جانب سے اس کی اشاعت کا بیڑا بھی اٹھایا۔ بقول آتش لکھنوی۔

ع۔ بس عبارت ہو چکی مطلب پہ آنا چاہیے

سید تقی عابدی
ٹورانٹو۔ کینیڈا

علامہ کی بیماریاں

I۔ **عوارض چشم** (Eye Problems)

ا۔ داہنی آنکھ کی ضعف بصارت

ب۔ دونوں آنکھوں میں موتیا اترنا (Bilateral immature Cataract)

ج۔ کمزور بینائی (جوانی سے چشمہ کا استعمال)

II۔ **عوارض گردہ** (Kidney Problems)

ا۔ بائیں گردہ میں پتھری (Renal Calculus)

ب۔درد گردہ (بائیں طرف) (Left Renal Colic)

ج۔گردوں کا ماؤف ہونا (Chronic Renal Failure)

III۔نقرس (Gout)

دونوں پاؤں کے انگوٹھے اور بعض اوقات گھٹنے اور کمر کے جوڑوں میں درد اور سوجن

IV۔عوارض قلب (Heart Problems)

ا۔اختلاج قلب (Palpitation)

ب۔ضعف قلب (Right Congestive Heart Failure)

ج۔عظم واتساع قلب (Ischemic Heart Disease)

د۔درد شانہ (Angina)

ھ۔نبض غیر منظم (Irrhythemias)

و۔سُلی نبض (Irregular Pulse)

ز۔دمہ قلبی (Dyspnea on Exertion)

ح۔ورم بدن (استسقا) (Anasarca)

ط۔کمزوری۔نقاہت (Fatigue)

ی۔غشی کے حملے (Syncope)

ک۔جگر کا پھیل جانا (Passive Congestion of liver)

V۔عوارض ریوی (پھیپھڑوں کے عوارض) (Lung Problem)

ا۔خفیف دمہ (Bronhial Asthma)

ب۔برونکائٹس (Chronic Bronchitis)

ج۔برونکشت (Bronchiectasis)

ھ۔نفس تنگی (Shortness of Breath)

و۔نمونیا (Pneumonia)

ز۔پھیپھڑوں میں پانی بھر جانا (Pulmonary Oedema)

VI۔عوارض گوارشی (GI Problems)

ا۔ورم معدہ (تبخیر معدہ) (Gastritis)

ب۔ ریح (Gases)

ج۔ سوئے ہاضمہ (Dyspepsia)

د۔ قبض (Contipation)

و۔ قولنج (Colitis / Dysentry)

ز۔ بھوک نہ لگنا (Loss of Apetite)

VII۔ دردِ گلو (Throat Problems)

ا۔ حلق کا درد (Laryngitis)

ب۔ آواز کا بیٹھ جانا (Hoarseness of Voice)

ج۔ نزلہ زکام کھانسی (Common Cold)

VIII۔ امراض دہان (Oral Problems)

ا۔ مسوڑوں کا پھولنا (Gingivitis)

ب۔ دانتوں کا درد (Dental Caries)

IX۔ ملیریا (Malaria)

X۔ کم خوابی (Insomnia)

عوارض چشم

(Eye Problems)

خلاصہ:

۱۔ اقبال کی داہنی آنکھ (Righteye) بچپن سے کمزور تھی جب اقبال کی عمر ۲ سال کے قریب تھی۔

۲۔ اقبال جوانی سے ہی عینک کا استعمال کرتے تھے۔

۳۔ داہنی آنکھ کی کمزور بینائی کی وجہ سے ۱۹۰۱ء میں ایکسٹرا اسٹنٹ کمشنری کے مقابلے میں طبّی

معائنہ میں ناکام قرار دیے گئے۔
۴۔ مارچ ۱۹۲۷ء سے آنکھوں میں موتیا (cataract) اُترنا شروع ہوگیا۔
۵۔ موتیا کا آپریشن مارچ ۱۹۳۸ء میں ہونے والا تھا لیکن دمہ کے حملوں سے ستمبر ۱۹۳۸ء تک ملتوی کر دیا گیا۔ اقبال نے اس سے پہلے ہی اپریل ۱۹۳۸ء میں ہمیشہ کے لیے امت کی آنکھیں کھول کر اپنی آنکھیں بند کر لیں۔
۶۔ اقبال کی آنکھوں کے معالج ڈاکٹر متھرا داس موگا والے غیر معمولی شہرت کے حامل تجربہ کار سرجن تھے۔
۷۔ اقبال نے کبھی شیشے یا پتھر کی آنکھ نہیں لگوائی۔
۸۔ اقبال آخری مہینوں میں خط و کتابت اور مطالعہ کتب دوسرے افراد کی مدد سے کیا کرتے تھے۔

آنکھیں اور بصارت

۱۔ اقبال کی داہنی آنکھ (Right eye) بچپن سے کمزور تھی۔
الف۔ ''دانائے راز'' میں صفحہ (86) پر سید نذیر نیازی لکھتے ہیں۔
''اقبال دو سال کے ہوئے تو ایک بیماری کے علاج کے لیے ان کی بے جی (والدہ) نے ان کی داہنی آنکھ کے قریب جونکیں لگوائیں۔ جونکوں نے فاسد خون چوس لیا۔ بیماری جاتی رہی لیکن آنکھ کی بینائی متاثر ہوئی۔ یہاں تک کہ عمر کے ساتھ ساتھ یہ بینائی بالکل جاتی رہی''۔
ب۔ روزگار فقیر میں صفحہ (203) پر فقیر سید وحید الدین لکھتے ہیں۔
''علامہ اقبال کی ایک آنکھ بچپن ہی سے کمزور تھی۔ ۱۹۰۱ء میں جب ایکسٹرا اسسٹنٹ کے امتحانِ مقابلہ میں شریک ہوئے تو طبی بورڈ نے آنکھ کی بینائی کمزور ہونے کے سبب اُن کو سرکاری ملازمت میں لیے جانے کی سفارش نہیں کی۔ یہ بظاہر ایک طرح کی ناکامی تھی، مگر علامہ کے مستقبل کے تابناک اور کامیاب ہونے کا پیش خیمہ تھی۔ سرکاری ملازمت میں وہ کمشنر اور گورنر بن سکتے تھے، مگر ترجمانِ حقیقت اور ''حکیمِ مشرق'' غالباً نہ بن سکتے''۔
ج۔ زندہ رود میں صفحہ (597) پر ڈاکٹر جاوید اقبال لکھتے ہیں۔
''ایک آنکھ بچپن ہی سے تقریباً بیکار تھی''۔
د۔ اقبال درون خانہ میں صفحہ (194) پر اقبال کے بھائی عطا محمد کے نواسے اپنی والدہ وسیمہ مبارک کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

’’ایک آنکھ کی بینائی بچپن سے ہی کمزور تھی اور آپ لکھنے پڑھنے کے لیے چشمہ استعمال کرتے تھے۔ ۱۹۰۱ء میں ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنری کے مقابلے کے امتحان میں بینائی کی اسی کمزوری کی بنا پر آپ کو طبّی معائنے میں ناکام قرار دے دیا گیا تھا۔
ویسے والدہ مکرمہ بتاتی ہیں کہ ’’چچا جان کی ہمیشہ سے یہ عادت تھی کہ دور کی چیزیں دیکھتے ہوئے اپنی کمزور آنکھ بند کر لیا کرتے تھے۔‘‘

تحقیق و تبصرہ:

طب قدیم اور طب یونانی میں جونک لگانے کا علاج عام تھا چنانچہ یہ علاج گزشتہ چالیس پچاس سال تک برصغیر میں جاری تھا۔ جونکوں کو بھوکا رکھا جاتا تھا جو موقع پاتے ہی تیزی سے خون چوسنا شروع کر دیتی تھیں۔ چونکہ جونکوں کو کئی مریض افراد کیلیے استعمال کیا جاتا تھا اس لیے وہ مختلف بیماریوں کے جراثیم کو ایک شخص سے دوسرے کو منتقل کر سکتیں تھیں۔ اگرچہ ہمارے پیش نظر ایسے کوئی دستاویزی حوالے نہیں لیکن یہ امر مسلم ہے کہ مختلف حشرات اور حیوانات بیماریوں کو پھیلانے اور منتقل کرنے میں مددگار ہوتے ہیں۔

آنکھ کو خون Opthalmic Artery کے ذریعہ جو Internal carotid Artery کی شاخ ہے پہنچتا ہے اور یہی شاخ آنکھ کے اندرونی پردہ Retina کو بھی خون پہنچاتی ہے۔ اگرچہ Opthalmic Artery آنکھ کے حلقے کے اندر محفوظ رہتی ہے لیکن اس کی آخری دو شاخیں Supratrochlear Artery اور Supra Orbital کنپٹی اور پیشانی اور آنکھ کے اطراف کی جلد اور عضلات کو خون پہنچاتی ہیں۔

اقبال کی عمر دو سال کے قریب تھی جب جونکوں کو آنکھ کے قریب لگایا گیا اس بات کا قوی امکان ہے کہ کمزور چھوٹے بچے کے جلد کے نیچے کی ان رگوں سے جونکوں نے خون چوس کر ایک اچھی مدت تک آنکھ کے اندرونی پردہ Retina کو خشک کر دیا ہو۔

اس بات کا بھی امکان ہے کہ جراثیم کی حامل جونکیں، جراثیم کے ذریعہ یا لعاب دہن کی الرجک نوعیت کی وجہ Temporal Artritis یا رگوں میں عفونت پیدا کر کے اس میں لخطہ خون یا Thrombus کی تولید کر دیں اور اس طرح Retina کے خون کی سپلائی مسدود ہو جائے۔

بہر حال جو کچھ ہوا اُس کو ۲ سالہ اقبالؔ اس لیے بیان نہ کر سکا کہ کمسن تھا اور دوسری آنکھ بالکل نارمل تھی۔ بچوں میں بصارت کی کمی عام طور سے ضربِ مغزی یا Head Injury سے ہوتی

ہے۔ جہاں تک ہمارے معلومات ہیں اقبال کو کوئی ایسا شدید صدمہ لاحق نہیں ہوا۔

پس اس واقعہ سے اس خیال کو تقویت پہنچتی ہے کہ جونکوں نے یا تو Ischemic Retinitis (ریٹینا کے خون کی سپلائی بند ہونے سے ریٹینا کا خشک ہو جانا) یا Temporal Artrtis (آنکھ کی رگوں میں انفکشن یا ورم کی وجہ لحظہ خون سے جریان خون کا بند ہو جانا) یا ممکن ہے دونوں صورتیں ایک ساتھ مل کر بینائی کو کم کر دیں۔

ذیل کا خاکہ آنکھ کی رگوں اور آنکھ کی خون کی سپلائی کو سمجھنے میں مددگار ثابت ہو سکتا ہے۔

اقبال نے شاید داہنی آنکھ کی کمزوری کا ذکر اپنے دوستوں اور رشتہ داروں میں کیا ہو لیکن اپنی تصنیفات یا تقاریر و خطبات میں اس کا ذکر نہیں کیا۔

اقبال کی دوسری آنکھ نارمل تھی لیکن لکھنے پڑھنے کے لیے چشمہ استعمال کرتے تھے۔ زندگی کے آخری سالوں میں موتیا اترنا شروع ہو گیا۔

الف ۔زندہ رود میں ڈاکٹر جاوید اقبال لکھتے ہیں ۔۔

زندگی کے آخری سالوں میں ان کی دوسری آنکھ میں موتیا اترنے لگا۔ آخری ایام میں اقبال کی نظر بے حد کمزور ہو گئی تھی۔ اس لیے راقم انھیں کبھی کبھار صبح اخبار پڑھ کر سناتا تھا۔ اگر کسی لفظ کا تلفظ غلط ادا ہو جاتا تو بہت خفا ہوتے اسی طرح رات کو راقم انہی کی کوئی غزل گا کر بھی سنایا کرتا۔ ان دنوں راقم کو ان کی صرف ایک غزل یاد تھی۔

ع۔ گیسوئے تابدار کو اور بھی تابدار کر

اقبال کے سامنے وہ غزل پڑھنا راقم کے لیے ایک عذاب ہوا کرتا۔ اگر کوئی شعر غلط پڑھا جاتا تو بہت ناراض ہوتے اور کہتے : شعر پڑھ رہے ہو یا نثر

ب ۔روزگار فقیر میں فقیر سید وحید الدین لکھتے ہیں۔

''زندگی کے آخری سالوں میں آنکھ میں پانی اترنا شروع ہو گیا تھا۔ ۱۹۳۷ء کے آغاز میں موتیا بند کی اس قدر شدت ہو گئی کہ معالجوں نے لکھنے پڑھنے کی بھی ممانعت کر دی۔ ڈاکٹر متھراداس موگا والے آنکھوں کے علاج میں غیر معمولی شہرت رکھتے تھے۔ اس شہرت عزت اور فنی مہارت کے باوجود بڑے خلیق اور وضع دار تھے۔ شیخ اعجاز احمد صاحب سے اُن کے تعلقات تھے۔ شیخ صاحب کے ایماء پر ڈاکٹر صاحب علامہ کی کوٹھی پر خود ہی تشریف لے آئے اور آنکھوں کا بڑی تفصیل کے ساتھ معائنہ کیا۔ ڈاکٹر متھراداس نے رائے ظاہر کی کہ موتیا بڑی تیزی سے اتر رہا ہے۔ ممکن ہے کہ مارچ ۱۹۳۸ء میں آپریشن کے لائق ہو جائے۔ انھوں نے فرمایا کہ فروری

۱۹۳۸ء میں وہ پھر معائنہ کریں گے اور اطمینان دلایا کہ جب بھی آنکھ آپریشن لائق ہو جائے گی وہ خود نہایت عمدگی کے ساتھ آپریشن کریں گے۔ اور امید ہے کہ پوری بصارت عود کر آئے گی۔ چونکہ ۱۹۳۸ء کے شروع ہی سے علامہ پر دمے کے شدید دورے پڑنے لگے لہٰذا آپریشن ستمبر ۱۹۳۸ء تک ملتوی کر دیا گیا مگر ستمبر کے آنے تک وہ آنکھیں قیامت تک کے لیے بند ہو گئیں۔"

علامہ ضعف بصارت سے خاصے پریشان تھے کیوں کہ کئی کام جو ضروری تھے انھیں انجام دینے سے قاصر تھے۔ اپنے دوست احباب اور رشتہ داروں کو اس بابت لکھتے اور اس کے علاج کی تلاش میں رہتے لیکن مایوس نہ تھے۔ ذیل میں چند خطوں کا ذکر ہے۔

۱۲/ اکتوبر ۱۹۳۷ء کو ڈاکٹر مظفر الدین قریشی کو لکھتے ہیں ---

"میری بصارت کمزور ہو گئی ہے اس واسطے اب میری خط و کتابت یا تو جاوید کرتا ہے یا دیگر احباب۔ آپ کالی سیاہی سے سفید کاغذ پر لکھیں تو آپ کا خط میں خود بھی پڑھ سکوں گا۔"

۸/ دسمبر ۱۹۳۷ء کو ڈاکٹر مظفر الدین کو لکھتے ہیں --

"ڈاکٹر کہتے ہیں کہ میری آنکھوں میں موتیا اتر آیا ہے اور آپریشن ماہ مارچ میں ہوگا۔ حکیم صاحب کی خدمت میں عرض کر دیجئے کہ وہ سرمہ جو آپ نے مجھے عنایت فرمایا تھا مفید ثابت نہ ہوا۔ کیا اسلامی طب میں موتیا کا علاج نہیں۔"

۳۰/ دسمبر کو ڈاکٹر مظفر الدین کو لکھتے ہیں۔

"سرمہ مرسلہ حکیم صاحب موصول ہو گیا ہے۔ میری طرف سے ان کی خدمت میں شکریہ ادا کیجئے۔"

۳/ فروری ۱۹۳۸ء کو ڈاکٹر مظفر الدین کو لکھتے ہیں ----

"آپ حکیم صاحب قبلہ کی خدمت میں عرض کریں کہ اس سرمے سے بینائی میں کوئی فرق نہیں ہوا۔ ڈاکٹر صاحب یہی کہتے ہیں کہ سرموں سے اس پر کوئی اثر نہیں ہوگا۔ مارچ یا اس کے بعد میں آپریشن کا وقت بتاتے ہیں۔"

۱۲/ اپریل ۱۹۳۸ء کو شعیب قریشی جو نواب بھوپال کے سکریٹری تھے لکھتے ہیں --

"ایک مدت سے تم کو خط لکھنے کا ارادہ کر رہا تھا مگر آنکھوں میں موتیا بند اتر آیا۔ اس کی وجہ سے لکھنا پڑھنا محال ہو گیا۔ یہ خط اپنے دوست سید نذیر نیازی کے ہاتھوں لکھوا رہا ہوں۔ معاف کیجئے۔ آنکھ کا آپریشن ستمبر میں ہوگا۔ لیکن چونکہ ڈاکٹروں کے بیان کے مطابق میری بیماری زیادہ اندوہناک صورت اختیار کر رہی ہے اس واسطے امید نہیں کہ یہ آپریشن عمل میں آئے۔ ممکن ہے کہ میرا یہ خط تمہاری طرف آخری خط ہو اور اس کا مطلب جو کچھ ہے وہ تم اچھی طرح سے خود ہی

معلوم کر سکتے ہو۔ جاوید اور منیرا دونوں نابالغ ہیں ایک کی عمر چودہ (۱۴) سال ہے۔لڑکی کی عمر سات (۷) یا ساڑھے سات سال ہے۔میری خواہش ہے کہ تمہاری وساطت سے اعلیٰ حضرت میرے بعد ان بچوں کی طرف توجہ فرمائیں۔زیادہ کیا لکھوں ۔صرف تم کو اور مسعود کو میرے حالات معلوم تھے۔وہ بیچارہ تو چل بسا۔اب میں تم پر بھروسہ کر سکتا ہوں۔والسلام۔"

۱۱ رستمبر ۱۹۳۷ء کو خواجہ غلام السیدین کو لکھتے ہیں ---

"میری صحت پہلے سے اچھی ہے۔آواز میں بھی کچھ فرق ہے مگر افسوس ہے کہ ضعف بصارت کی وجہ سے ڈاکٹروں نے لکھنے پڑھنے سے منع کر دیا ہے۔"

۲۲ راگست ۱۹۳۷ء کو مولوی عبدالحق کو لکھتے ہیں ---

"مجھے ضعف بصارت کی وجہ سے ڈاکٹروں نے لکھنے پڑھنے سے منع کر دیا ہے۔ یہ خط ایک دوست سے لکھوایا ہے۔نظم کا ان سے دوسرا بند الٹا لکھا گیا ہے۔معاف فرمایئے۔"

علامہ کی بصارت کے بارے میں مولوی عبدالحق "اقبال اور عبدالحق" میں لکھتے ہیں۔

"اقبال کی ایک آنکھ تو شروع ہی سے کمزور تھی دوسری آنکھ ان کے مرض الموت میں خراب ہونی شروع ہوئی مگر اس حالت میں بھی کسی نے انھیں اس وجہ سے دل شکستہ نہیں پایا۔ بلکہ ایک دفعہ جب ان کے ایک ملاقاتی نے اس ضعفِ بصارت پر ان سے ہمدردی کا اظہار کیا تو انھوں نے فرمایا کہ دیکھئے عجیب بات ہے جب میری نظر کمزور ہونی شروع ہوئی ہے میرا حافظہ بہت بہتر ہو گیا ہے۔"

اقبال درون خانہ میں خالد نظیر صوفی اس افواہ کی تردید کرتے ہوئے کہ اقبال کی ایک آنکھ مصنوعی تھی لکھتے ہیں۔

"دورانِ گفتگو سعید صاحب نے یہ انکشاف کر کے مجھے بھی چونکا دیا کہ انھیں باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ شاعرِ مشرق کی ایک آنکھ مصنوعی تھی۔میں نے اس کی تردید کی کیونکہ میرے علم میں ایسی کوئی بات نہیں تھی۔مگر گوہر نوشاہی صاحب نے بتایا کہ انھوں نے بھی بیشتر افراد سے یہ سنا ہے کہ چونکہ حکیم الامتؒ کی ایک آنکھ مصنوعی تھی ۔ میں نے اس کی تردید کی کیونکہ میرے علم میں ایسی کوئی بات نہیں تھی۔مگر گوہر نوشاہی صاحب نے بتایا کہ انھوں نے بھی بیشتر افراد سے یہ سنا ہے کہ چونکہ حکیم الامتؒ کی ایک آنکھ ضائع ہو گئی تھی اس لیے انھوں نے اس کی جگہ پتھر کی مصنوعی آنکھ لگوا رکھی تھی۔میں یہ سن کر تذبذب میں پڑ گیا۔چنانچہ وہاں سے واپس آکر میں نے اپنی والدہ ماجدہ، والدِ مکرم اور خاندان کے دیگر بزرگوں سے اس سلسلے میں

معلوم کیا تو ان سب نے اس کی تردید کی کہ علامہ مرحوم کی ایک آنکھ مصنوعی تھی۔

اقبال کی ایک آنکھ مصنوعی نہیں بلکہ کمزور تھی جو آخر عمر میں موتیا اترنے کی وجہ سے بند ہو گئی تھی۔ ویسے والدہ مکرمہ بتاتی ہیں کہ ''چچا جان کی ہمیشہ سے یہ عادت تھی کہ دور کی چیزیں دیکھتے ہوئے اپنی کمزور آنکھ بند کر لیا کرتے تھے۔'' ہو سکتا ہے کسی نے انھیں اس طرح دیکھ کر یہ فرض کر لیا ہو کہ ان کی ایک آنکھ ضائع ہو گئی ہے یا موتیے کی وجہ سے آنکھ کو کسی نے موتیے کے سفید پردے کی وجہ سے پتھر کی مصنوعی آنکھ تصور کر لیا ہو۔

روایات و حکایت :

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی نے اپنے مضمون ''اقبال کی وابستگی رسول کریمؐ سے'' میں لکھتے ہیں ''وفات سے کوئی آٹھ دس ماہ پہلے علامہ کے ایک دوست مخدوم الملک سید غلام میراں شاہ نے حج بیت اللہ کا عزم کیا اور غالباً ساتھ چلنے کی دعوت دی۔ جواباً انھیں لکھتے ہیں۔ حج بیت اللہ کی آرزو تو گزشتہ دو تین سال سے میرے دل میں بھی ہے۔ خدا تعالیٰ ہر پہلو سے استطاعت فرمائے تو یہ آرزو پوری ہو اور اگر آپ رفیق راہ ہوں تو مزید برکت کا باعث ہو۔ آپ ایسے باہمت جوان کیلیے تو یہ سفر قطعاً مشکل نہیں۔ ہمت تو میری بھی بلند ہے لیکن بدن عاجز و ناتوان ہے۔''

علامہ کی اہلیہ دو سال پہلے فوت ہو گئی تھیں اور اب دونوں بچوں (جاوید، منیرہ) کی نگہداشت انھیں کے ذمہ تھی، ان کی اپنی صحت بھی روز بروز گرتی جا رہی تھی اور ڈاکٹروں نے آنکھ کا آپریشن بھی تجویز کیا تھا۔ اس زمانے میں سفر کی دشواریاں بھی گوناگوں تھیں۔ بایں ہمہ وہ عزم سفر سے دست بردار نہیں ہوئے۔ انھوں نے حج پر جانے کے لیے مختلف جہاز راں کمپنیوں سے خط و کتابت شروع کر دی تھی۔ ایک بار گھر میں ان کے عزمِ حجاز کا ذکر چھڑا تو علامہ کی ہمشیرہ نے کہا آپ کی آنکھوں میں پانی بھی تو اتر رہا ہے ایسی حالت میں حج کا سفر کس طرح کر سکتے ہیں۔ اللہ خیر رکھے اگلے سال آپریشن کے بعد چلے جایئے گا۔ اس پر بڑے درد انگیز مگر پر شوق لہجے میں فرمایا: ''آنکھوں کا کیا ہے، آخر اندھے بھی تو حج کر ہی آتے ہیں۔''

❀❀❀

عارضۂ دردِ گردہ (Renal Colic)

دردِ گردہ (Renal Colic) اقبال کو جوانی سے ہی ہوتا تھا۔ ڈاکٹر جاوید اقبال نے زندہ

رود اور فقیر وحید الدین نے روزگار فقیر میں لکھا ہے کہ ''جب وہ جوان تھے تو اُسی زمانے میں کبھی کبھار دردِ گردہ کی شکایت ہو جاتی۔ یہ مرض انہیں اپنی والدہ سے ورثے میں ملا تھا۔''

جہاں تک خطوط کا تعلق ہے ہمیں پہلا خط جس میں عارضہ دردِ گردہ کا ذکر ہے وہ ۲۶ر اکتوبر ۱۹۱۳ء کا ہے جس میں مہاراجہ کشن پرشاد کو لکھتے ہیں ---

''میں بوجہ عارضۂ دردِ گردہ ایک ہفتہ تک صاحب فراش رہا۔ دو تین روز سے افاقہ ہوا ہے۔ خدا نے فضل کیا مرض جاتا رہا میں باقی رہا۔''

۲۱ر فروری ۱۹۱۵ء کو مہاراجہ کشن پرشاد کو لکھتے ہیں ---

''دردِ گردہ کا دورہ ہو گیا تھا جس کی وجہ سے کئی دن صاحب فراش رہا اسی وجہ سے عریضۂ نیاز نہ لکھ سکا۔ الحمدللہ میں خدا کے فضل و کرم سے اب اچھا ہوں۔''

۱۱ر مارچ ۱۹۱۵ء کو مہاراجہ کشن پرشاد کو لکھتے ہیں ---

''مجھے دردِ گردہ کوئی دو سال سے ہوتا ہے۔ پانچ چھ ماہ کے بعد ہی دورہ ہو جاتا ہے۔ اب کے خلاف توقع زیادہ عرصے کے بعد ہوا۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ دورہ رخصت ہو گیا۔''

۸ر جولائی ۱۹۱۶ء کو خان محمد نیاز الدین خان کو لکھتے ہیں ---

''تین روزے رکھے تھے کہ دردِ گردہ کے دورے کی ابتدا محسوس ہوئی۔ دو روز سے روزے سے محروم ہوں۔''

۸ر مارچ ۱۹۱۷ء کو پروفیسر سلاح الدین محمد الیاس برنی کو لکھتے ہیں --

''کتاب المعیت مل گئی تھی مگر میں دردِ گردہ کے دورے کی وجہ سے صاحب فراش تھا اور اب تک پورے طور پر صحت نہیں ہوئی گو پہلے کی نسبت بہت افاقہ ہے۔''

۲۰ر مارچ ۱۹۱۷ء کو خان محمد نیاز الدین خاں کو لکھتے ہیں ---

''میں کئی دنوں سے بوجہ دورہ دردِ گردہ کے مضمحل ہوں اس واسطے معذور ہوں۔''

۲۷ر جون ۱۹۱۷ء کو خان محمد نیاز الدین کو لکھتے ہیں ---

''واقعی آم دردِ گردہ کے مریض کے لیے اچھا ہے اور مجھ کو اس سے بہت محبت ہے۔ کھانے کی چیزوں میں صرف یہی ایک چیز ہے جس کے لیے میرے دل میں خواہش پیدا ہوتی ہے۔ باقی چیزوں کے لیے خواہش نہیں ہوتی۔ یہاں تک کہ روزمرہ کا کھانا بھی عادت کے طور پر کھاتا ہوں۔''

۱۲ر مارچ ۱۹۲۲ء کو خان محمد نیاز الدین خاں کو لکھتے ہیں ---

''کل شام ہوائے سرد کی وجہ سے دردِ گردہ کا آغاز تھا۔ مگر میں نے فوراً تدابیر اختیار

کر لیں اور خدا کے فضل و کرم سے تندرست رہا۔''

۱۵؍ جون ۱۹۲۸ء کو خان محمد نیاز الدین خاں کو لکھتے ہیں ۔۔۔

''مجھے درد گردہ کی شکایت رہی جس کا سلسلہ ایک ماہ سے اوپر جاری رہا۔ جدید طبی آلات کے ذریعہ گردہ کا معائنہ کرایا گیا تو معلوم ہوا کہ گردہ میں پتھر ہے اور یہ کہ عمل جراحی کے بغیر چارۂ کار نہیں ہے۔ مگر تمام اعزا اور دوست عمل جراحی کے خلاف ہیں۔ درد فی الحال رک گیا ہے اور میں حکیم نابینا صاحب سے علاج کرانے کی خاطر آج شام دہلی جا رہا ہوں۔ وہاں چند روز قیام رہے گا۔''

۲۷؍ جون ۱۹۳۶ء کو پروفیسر الیاس برنی کو لکھتے ہیں ۔۔۔

''شاید میں نے پہلے نہیں لکھا مجھے کئی سال تک درد گردہ کی شکایت رہی۔ اب آٹھ سال سے اس درد کا دورہ نہیں ہوا۔''

۲۲؍ جولائی ۱۹۳۷ء کو شیخ اعجاز احمد کو لکھتے ہیں ۔۔

''حکیم صاحب کی خدمت میں یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ کچھ دنوں سے میرے دونوں گردوں کی طرف ایک بوجھ سا رہتا ہے اور گزشتہ رات بائیں جانب کے گردے میں خفیف سا درد بھی محسوس ہوتا رہا جو اس وقت نہیں ہے۔ اسی بائیں جانب کے گردے میں دس سال ہوئے جب مجھے درد ہوا تھا جب حکیم صاحب نے اس کا علاج کیا۔ دس سال تک ذرا سی کسک بھی محسوس نہیں ہوئی۔ سوائے گزشتہ رات کے''۔

۱۶؍ اکتوبر ۱۹۳۷ء کو ڈاکٹر مظفر الدین کو لکھتے ہیں ۔۔۔

''حکیم صاحب کی خدمت میں مندرجہ ذیل باتیں فوراً عرض کر دیجئے:

اول۔ دس بارہ سال ہوئے جب مجھ کو درد گردہ ہوا تھا اور حکیم صاحب قبلہ نے ہی اس کا علاج کیا تھا۔ اس طویل عرصے کے بعد گزشتہ رات یعنی ۱۵؍ اور ۱۶؍ اکتوبر کی درمیانی رات کو پھر اس درد کا دورہ ہوا۔ دورہ شدید نہ تھا لیکن تمام رات اور دن کا کچھ حصہ بے چین رکھنے کے لیے کافی تھا۔ اس وقت کہ قریباً چار بجے ہیں مجھے افاقہ ہے۔ جو دوا حکیم صاحب میرے لیے تیار فرمائیں اس میں اس امر کا ملحوظ رکھنا نہایت ضروری ہے۔''

۱۸؍ نومبر ۱۹۳۷ء کو ڈاکٹر مظفر الدین کو لکھتے ہیں ۔۔۔

''دوا کا استعمال باقاعدہ ہو رہا ہے لیکن پیٹھ کا درد جو پہلے روح الذہب کے کھانے سے دور ہو گیا تھا اب پھر ہوتا ہے یہ درد عموماً رات کو ہوتا ہے۔ دن میں نہیں۔ یہ شکایت سن کر جو کچھ حکیم صاحب ارشاد فرمائیں اس سے جلد مطلع فرمائیں''۔ اس خط کے نو (۹) دن بعد ۲۷؍

نومبر ۱۹۳۷ء کو مظفر الدین صاحب کو لکھتے ہیں۔

''اس خط میں ایک پڑیہ ملفوف ہے جس میں وہ پتھر کا ریزہ ہے جو کل میرے پیشاب کے ساتھ خارج ہوا۔ حکیم صاحب نے جو دوا تقویت صلب کی ارسال فرمائی تھی اس پتھر کا اتنی جلد خارج ہونا اسی دوا کا اعجاز معلوم ہوتا ہے۔ یہ پتھر کا ریزہ ان کو دکھا دیجئے اور میری طرف سے ان کا شکریہ ادا کیجئے۔ نیز مندرجہ ذیل باتیں ان کی خدمت میں عرض کیجئے۔

اول۔ پشت کا درد۔ اس کے متعلق پہلے بھی لکھ چکا ہوں اور آپ کے خط کا منتظر ہوں۔ یہ درد اب پہلے کی نسبت کم ہو گیا ہے۔ صرف رات کو ہوتا ہے دن کو نہیں ہوتا اور رات کو بھی جو سختی پہلے اس میں تھی اب اس میں تخفیف ہے''

علامہ کے مختلف خطوط سے یہ پتہ چلتا ہے کہ انھیں جاڑے کے ساتھ بخار ہو جاتا تھا یا بعض اوقات صرف جاڑا ہی محسوس ہوتا تھا چنانچہ علامہ اس کو ملیریا سمجھ کر ایک دو گولیاں کونین کی کھا لیتے اور تکلیف رفع ہو جاتی۔

ہماری دانست میں علامہ کو شاید ایک آدھ بار ملیریا ہو گیا ہو لیکن یہ متعدد جاڑے یا سردی محسوس ہونے کے علائم مثانہ یا گردہ کی عفونت یا Infection سے ہو سکتے تھے۔ چونکہ ہم جانتے ہیں علامہ کے گردوں میں پتھری تھی اور اس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے جب پیشاب سے خارج ہوتے تو علامہ کو کئی دن تک اس کی تکلیف رہتی۔ یہ بھی بہت ممکن ہے گردہ مثانہ کے انفکشن کے علاوہ پتھر کی خراش سے خون بھی پیشاب میں شامل ہو جائے۔ شاید ۵/اگست ۱۹۳۴ء کا خط جو سید نذیر نیازی کو لکھا تھا ہمارے بیان کو بیشتر واضح کر دے۔

لکھتے ہیں۔۔''اس وقت 4 بجے شام ہے۔ میرا بدن ٹوٹ رہا ہے۔ بخار کی آمد آمد ہے۔ چونکہ سردی محسوس ہوتی ہے اس واسطے معلوم ہوتا ہے ملیریا ہے حکیم صاحب قبلہ کو مطلع کریں۔۔۔ نیز یہ بھی دریافت کریں کہ کونین کھا لوں۔ آج صبح مجھے پیشاب بہت سرخ آیا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ حکیم صاحب کی دوائیں بھی گرم مزاج ہیں۔''

دوسرے دن ۶/اگست ۱۹۳۴ء کو سید نیازی کو لکھتے ہیں۔۔

''کونین کھائی تھی بخار مجھے نہیں ہوا۔ الحمدللہ''

ان دونوں خطوں سے معلوم ہوتا ہے کہ گردہ میں پتھری کی وجہ خون پیشاب میں شامل ہو گیا جس کہ وجہ سے پیشاب میں گرمی کا احساس، لرزہ یا سردی کا احساس اور خفیف مثانہ کی عفونت کے سبب بدن کا درد اور سرخ رنگ کا پیشاب تھا۔

خطوں کے حوالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ :

۱۔ اقبال جوانی یعنی پچیس (۲۵) تیس (۳۰) برس کی عمر سے اس دردِگردہ میں مبتلا تھے۔ (خط بنام مہاراجہ کشن پرشاد۔ ۲۶/ اکتوبر ۱۹۱۳ء)

۲۔ اقبال کو یہ عارضہ اپنی والدہ سے ملا تھا (زندہ رود۔ روزگار فقیر)

۳۔ جدید طبّی آلات سے گردہ کی پتھری کی تشخیص ہوئی (خط بنام خان محمد نیاز الدین خان۔ ۱۵/ جون ۱۹۲۸ء) اگرچہ اس خط میں اقبال نے جدید طبّی آلات کی توضیح نہ دی لیکن راقم کی نظر میں ابتدائی ایکس ریز کا استعمال ہو سکتا ہے۔ (خط بنام محمد نیاز الدین خان۔ ۱۵/ جون ۱۹۲۸ء)

۴۔ گردہ کی پتھری کا ثبوت وہ پتھر کا ریزہ تھا جسے اقبال نے پڑیہ میں بند کر کے ڈاکٹر مظفر الدین کو بھجوایا تا کہ حکیم نابینا عبدالوہاب انصاری کو دکھا دیں۔

۵۔ ڈاکٹروں نے گردہ کی پتھری کا علاج عملِ جراحی (سرجری) بتایا۔ (محمد نیاز الدین خاں۔ ۱۵/ جون ۱۹۲۸ء)

۶۔ ڈاکٹروں کا مشورہ سرجری کیلیے اس بات کی توثیق کرتا ہے کہ پتھری بڑی تھی اور گردے کی نالی (Ureter) اور مثانہ کی نالی (Urethra) سے خارج ہونا ممکن نہ تھا۔ (خط بنام ڈاکٹر مظفر الدین۔ ۱۸/ نومبر ۱۹۲۷ء)

۷۔ اقبال کو بائیں طرف کے گردہ میں پتھری تھی (خط بنام شیخ اعجاز احمد۔ ۲۲/ جولائی ۱۹۲۷ء)

۸۔ اقبال نے ۱۹۲۸ء میں حکیم نابینا عبدالوہاب انصاری کا علاج کروایا اور پھر دس سال تک درد نہ ہوا (خط بنام شیخ اعجاز احمد۔ ۲۲/ جولائی ۱۹۲۷ء)

۹۔ حکیم نابینا کے علاج سے قبل گردہ کا درد ہر پانچ چھ ماہ کے بعد ہوتا تھا (خط بنام مہاراجہ کشن پرشاد۔ ۱۱/ مارچ ۱۹۱۵ء)

۱۰۔ اگرچہ اقبال کو گردہ درد کا دورہ شدید پڑتا اور کئی راتیں تکلیف میں گزرتی تھیں لیکن حکیم نابینا کے علاج کے بعد شدید درد میں افاقہ ہو چکا تھا لیکن اقبال کے کئی خطوط سے ہمارے اس اندیشہ کو تقویت ہوتی ہے کہ اقبال کو گردہ اور مثانہ کی عفونت یا انفکشن تھی جس کی وجہ سے انھیں دونوں گردوں کے مقام پر ہلکا سا بوجھ، سرخ اور گرم پیشاب، بخار اور جاڑے کے دورے پڑتے جو خود بخود چند روز میں ختم ہو جاتے۔ اقبال ملیریا سمجھ کر کونین کی گولیاں کھاتے۔ دراصل یہ اسی گردے کی پتھری کے چھوٹے چھوٹے ریزے تھے جو

خارج ہوتے اور جراثیم کی تولید کرتے اور بعض وقت پتھری کی خراش سے گردہ یا مجری کے زخمی ہونے کی وجہ پیشاب میں خون شامل ہو جاتا اور عفونت اور خون کی وجہ سے پیشاب کا رنگ سرخ اور جلن کے ساتھ خارج ہوتا۔

۱۱۔ اقبال کو نقرس (Gout) کی شکایت تھی جو یورک ایسڈ (Uric acid) کی خون میں زیادتی کی وجہ سے ہوتی ہے۔ چنانچہ میڈیکل اطلاعات کے مطابق تقریباً دس پندرہ فی صد افراد جنھیں نقرس ہوتا ہے ان کو گردہ کی پتھری کا عارضہ بھی ہوتا ہے۔ یعنی Uric acid خون میں زیادہ ہونے کی وجہ گردہ میں جمع ہو جاتا ہے اور اس طرح پتھری بن جاتی ہے۔

۱۲۔ ذکرِ اقبال میں عبدالمجید سالک لکھتے ہیں۔ ''اقبال گردہ کے درد کی تکلیف میں مبتلا تھے۔ لالہ لاجپت رائے علامہ سے ملنے آئے تو ان کو مشورہ دیا کہ آپ حکیم نابینا صاحب دہلوی سے علاج کرایئے چنانچہ وہ دہلی تشریف لے گئے۔''

۱۳۔ اقبال کے گردہ درد کا پتہ ہمیں ۱۹۰۲ء سے ملتا ہے جو ہر پانچ چھ ماہ کے بعد دورہ کی شکل میں ظاہر ہوتا تھا لیکن بقول فقیر وحید الدین ۱۹۲۸ء میں علامہ کو درد گردہ کے شدید دورے سے دوچار ہونا پڑا۔ بڑی سخت تکلیف اٹھائی۔ اسی حالت میں حسبِ ذیل دعائیہ اشعار کہے جو روزنامہ انقلاب میں شائع ہوئے۔

؂ دہ مرا فرصت ہُو حق دو سہ روزے دگرے
کہ در ایں دیر کہن بندۂ بیدار کجاست

؂ میر و مرزا بہ سیاست دل و دیں باختہ اند
جز برہمن پسرے محرمِ اسرار کجاست

؂ اندریں عصر کہ ''لا'' گفت من ''الا'' گفتم
ایں چنیں بندۂ رہ بیں بہ شبِ تار کجاست

؂ حرف نا گفتہ مجالِ نفسے می خواہد
ورنہ مارا بہ جہانِ تو سروکار کجاست

۱۴۔ ۱۹۲۸ء میں درد گردہ کے متواتر حملوں سے اقبال پریشان ہو گئے اور وہ اس عارضہ کو اپنی موت کا آغاز سمجھنے لگے۔ چنانچہ علامہ اقبال نے ۲۶ر اگست ۱۹۳۱ء کو ایک خط بصورت وصیت نامہ سردار بیگم والدہ جاوید کو لکھ کر اپنے سکریٹری میاں امیر الدین کے حوالے کیا